فضیلۃ الشیخ
عبدالعزیز بن عبداللہ بن باز

نام کتاب : سیرۃ شیخ محمد بن عبدالوہاب

مولف : فضیلۃ الشیخ عبدالعزیز بن عبداللہ بن بازؒ

صفحات : ۴۸

ناشر : الکتاب انٹرنیشنل

بسم اللہ الرحمن الرحیم

عرض ناشر

یہ مختصر سی کتاب اصل میں شیخ عبدالعزیز بن باز حفظہ اللہ کی تقریر کا اردو میں ترجمہ ہے جو کہ انھوں نے مدینہ یونیورسٹی میں طلبہ سے خطاب کے دوران ارشاد فرمائی تھی۔ شیخ موصوف اس وقت مدینہ یونیورسٹی کے وائس چانسلر تھے۔ اس تقریر کا اردو میں ترجمہ ہمارے معزز دوست محترم شیخ عبدالحلیم بستوی نے کیا اور کم وبیش ۱۹، ۲۰ سال قبل جامعۃ السّلفیہ فیصل آباد سے شائع ہوئی۔ الکتاب انٹرنیشنل اس کتاب کو ہندوستان میں پہلی بار شائع کرنے کی سعادت حاصل کرر ہا ہے۔ شیخ محمد بن عبدالوہاب کے بارے میں ہمارے ہندوستان وپاکستان میں بے شمار شکوک وشبہات پائے جاتے ہیں جو در اصل استعمار نے پھیلائے تھے۔ ہندوپاکستان میں جن لوگوں نے توحید کی دعوت کو عام کرنے کی کوشش کی ان کو بدنام کرنے کے لیے وہابی کا لقب دیا گیا اور کہا گیا کہ ان کا تعلق داعی کبیر شیخ الاسلام محمد بن عبدالوہاب کی جماعت کے ساتھ ہے۔ اس میں کوئی شک نہیں کہ شیخ محمد بن عبدالوہاب اور

پورے عالم اسلام میں اہل حدیث مسلک سے تعلق رکھنے والوں کے عقائد میں کوئی فرق نہیں ہے اور نہ ہی محمد بن عبدالوہاب کوئی نئی دعوت لے کر آئے تھے۔ بلکہ انھوں نے خالصتاً کتاب وسنت کی دعوت کو عام کیا۔ لوگوں کو شرک وبدعت سے دور کرنے کے لیے کتب تالیف کیں۔ یہ کتابچہ محمد بن عبدالوہاب رحمہ اللہ کی مختصر سی سیرت ہے۔ ان کے بارے میں اردو زبان میں اور بھی کئی کتب لکھی گئی ہیں جن میں علامہ مسعود عالم ندوی کی ''محمد بن عبدالوہاب ایک بدنام اور مظلوم مصلح'' بڑی نمایاں ہے۔ مجھے امید ہے کہ یہ مختصر سی کتاب لوگوں کے ذہنوں میں پیدا ہونے والے بے شمار سوالوں کا جواب ہوگی اور میں سمجھتا ہوں کہ اس کتاب کے مطالعہ کے بعد اگر لوگوں کے ذہنوں میں ان غلط فہمیوں کا ازالہ ہوگیا جو شیخ موصوف کے بارے میں پھیلائی گئی ہیں تو یقیناً اس کتاب کے شائع کرنے کا مقصد پورا ہو جائے گا۔

ادارہ اس کتاب کو شائع کرتے ہوئے فخر اور شرف محسوس کرتا ہے۔

ادارہ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الحمد للہ رب العالمین و بہ نستعین- والصلاۃ والسلام علیٰ نبینا محمد و علیٰ آلہ و صحبہ اجمعین۔

شیخ محمد بن عبدالوہاب رحمہ اللہ

دعوت و سیرت

برادران اسلام :

چونکہ مصلحین، مبلغین اور مجددین کے بارے میں گفتگو، ان کے حالات، اوصاف حمیدہ اور عظیم کارناموں کا تذکرہ نیز ان کے اخلاص اور صداقت دعوت پر دلالت کرنیوالی سیرت کی توضیح و تشریح پاکیزہ نفوس کو پسند ہوتی ہے، ان مصلحین کے اعمال و اخلاق کی گفتگو سے دلوں کو مسرت حاصل ہوتی ہے، اور ہر باغیرت دیندار، راہ حق کا داعی اور دعوت و اصلاح کا خواہش مند اس کو سننے کی تمنا رکھتا ہے، اس

لیے میں مناسب سمجھتا ہوں، کہ ایک عظیم انسان، عظیم مصلح اور باغیرت داعی کا تذکرہ کروں، اور وہ ہیں، جزیرہ عرب کے بارھویں صدی ہجری کے مجدد امام شیخ الاسلام محمد بن عبدالوہاب بن سلیمان بن علی التمیمی الحنبلی النجدی۔

شیخ کے سیرت نگار

جزیرہ عرب اور اس کے باہر تمام لوگ ہی خاص طور سے علماء ، روسا اور اعیان واکابر اس عظیم امام سے بخوبی واقف ہیں۔ لکھنے والوں نے ان کے متعلق مختصر و مفصل بہت کچھ لکھا ہے۔ بہت سے لوگوں نے ان کی شخصیت کو مستقل تالیفات کا موضوع بنایا ہے۔ یہاں تک کہ مستشرقین نے بھی ان کے متعلق بہت کچھ لکھا ہے جبکہ دوسرے بہت سے اہل قلم نے مصلحین یا عام تاریخ کے ضمن میں ان کا تذکرہ کیا ہے۔ انصاف پسند لوگوں نے ان کو ایک عظیم مصلح اور مجدد اسلام شمار کیا ہے اور انہیں نور خداوندی اور ہدایت ربانی کا حامل قرار دیا ہے۔
ایسے تمام لوگوں کا تذکرہ تو بہت مشکل ہے البتہ ان میں سے چند یہ ہیں:-

۱ . مولف کبیر شیخ ابوبکر حسین بن غنام الاحسائیؒ. انہوں نے اس عظیم مصلح کے بارے میں بہت کچھ لکھا ہے اور بہت خوب لکھا ہے. ان کی دعوت، سیرت اور جنگوں کا مفصل تذکرہ کیا ہے اور ان کے بہت سے رسائل اور کتاب اللہ کے استنباطات کی بھی تفصیل بیان کی ہے.

۲ . شیخ عثمان بن بشر. انہوں نے اپنی کتاب عنوان المجد فی تاریخ نجد میں شیخ اور ان کی دعوت و سیرت، تاریخ حیات، غزوات اور جہاد وغیرہ کا تذکرہ کیا ہے.

۳ . جزیرہ عرب سے باہر کے علماء میں ڈاکٹر احمد امین (مصری) ہیں جنہوں نے اپنی کتاب "زعماء الاصلاح" میں ان کے بارے میں لکھا ہے اور انصاف سے کام لیا ہے.

۴ . شیخ مسعود الندویؒ نے بھی ان کے بارے میں لکھا ہے اور ان کو مصلح مظلوم کے نام سے یاد کیا ہے. ان کی سیرت لکھی ہے اور بہت خوب لکھی ہے.

۵ . اور بھی لوگوں نے بہت کچھ لکھا ہے، مثلاً شیخ الامیر محمد بن اسماعیل الصنعانی، جو کہ ان کے ہم عصر تھے اور اسی دعوت کے حامل تھے. جب ان کو شیخ کی دعوت کی خبر ملی تو اس سے بہت مسرور

ہوئے اور خدا کا شکر ادا کیا۔

٦۔ علامہ کبیر محمد بن علی الشوکانی صاحب نیل الاوطار نے بھی ان کے متعلق لکھا ہے اور ایک عظیم مرثیہ بھی کہا ہے۔

ان کے علاوہ بھی ایک جم غفیر نے اس شخصیت کو موضوع بحث بنایا ہے اور اہل علم ان سے بخوبی واقف ہیں۔ لیکن پھر بھی بسا اوقات بہت سے لوگوں پر ان کی سیرت و دعوت مخفی رہ سکتی ہے۔ اس لیے میں نے بھی مناسب سمجھا کہ اس عظیم انسان کی حالت اور اس کی سیرت حسنہ، دعوت صالحہ اور جہاد صادق کا تذکرہ کروں۔ اور ان کے متعلق کچھ باتوں کی وضاحت کروں تاکہ وہ لوگ جن کے دلوں میں اس عظیم انسان اور اس کی دعوت کے بارے میں کچھ شکوک و شبہات ہیں وہ حقیقت حال سے واقف ہوجائیں۔

پیدائش اور تعلیم و تربیت

١١١٥ھ میں اس عظیم امام کی پیدائش ہوئی اور یہی قول زیادہ مشہور ہے۔ ویسے بعض لوگ ان کا سن پیدائش ١١١١ھ بتاتے ہیں۔ اپنی جائے

پیدائش شہر عینیہ ہی میں اپنے والد ماجد سے تعلیم حاصل کی۔ عینیہ، نجد کے علاقہ یمامہ میں ریاض سے تقریباً ستر کلو میٹر کے فاصلہ پر ایک جانا پہچانا شہر ہے۔ یہیں پر موصوف کی پیدائش ہوئی اور پاکیزہ ماحول میں پروان چڑھے۔ ابتدائی عمر میں قرآن پڑھا اور اپنے والد شیخ عبدالوہاب بن سلیمان کے پاس فہم دین اور علوم شرعیہ کے حصول کی جدو جہد میں لگ گئے۔ آپ کے والد ایک بڑے فقیہ، جلیل القدر عالم اور اپنے شہر عینیہ کے قاضی تھے۔

سن بلوغت کے بعد فریضہ حج کی ادائیگی کے لئے بیت اللہ الحرام کا قصد کیا اور حرم شریف کے بعض شیوخ سے علم حاصل کیا۔ پھر مدینہ ـــــــــ علی ساکنھا افضل الصلاۃ و السلام ـــ کا رخ کیا اور وہاں کے علماء سے ملتے رہے۔ ایک مدت تک وہاں قیام کیا اور اس وقت مدینہ کے دو مشہور علماء کے سامنے زانوئے تلمذتہ کیا۔ ان میں سے ایک شیخ عبداللہ بن ابراہیم بن سیف نجدی تھے جو کہ اصلاً مجمعہ کے تھے اور شیخ ابراہیم بن عبداللہ صاحب " العذب الفائض فی علم الفرائض " کے والد تھے۔ اور دوسرے شیخ محمد حیات سندی تھے۔ شیخ کے مدینہ کے اساتذہ میں یہ دونوں زیادہ مشہور ہیں۔ ممکن ہے کہ

ان کے علاوہ بھی لوگوں سے علم حاصل کیا ہو جن کو ہم نہیں جانتے۔
اس کے بعد پھر شیخ نے طلب علم کے لیے عراق کا سفر کیا اور بصرہ کا قصد کیا۔ وہاں کے علماء سے ملاقات کی اور ان سے خدا نے جو کچھ چاہا حاصل کیا۔ اور وہاں پر دعوت توحید کا اظہار و اعلان کیا اور لوگوں کو سنت نبویؐ کی طرف دعوت دی، نیز بتایا کہ تمام مسلمانوں پر واجب ہے کہ کتاب اللہ و سنت رسول اللہؐ سے اپنا دین اخذ کریں۔ اس سلسلہ میں وہاں کے علماء سے مناقشے، مباحثے اور مناظرے بھی کئے۔
وہاں ان کے اساتذہ میں سے ایک شیخ محمد المجموعی کا نام مشہور ہے۔
بصرہ کے علماء سو ان کے خلاف بپھر گئے اور ان کو نیز ان کے شیخ کو کچھ تکلیفیں بھی پہنچائیں۔ یہ صورتحال دیکھ کر شیخ وہاں سے نکل پڑے۔
ان کا ارادہ تھا کہ شام کا رخ کریں، لیکن اخراجات کے ناکافی ہونے کی وجہ سے یہ ارادہ پورا نہ ہوسکا۔ اس لئے بصرہ سے زبیر کے لئے نکل پڑے۔
اور پھر وہاں سے احساء گئے اور وہاں کے علما سے ملاقات کرکے دین اور اصول دین میں سے بعض مسائل پر گفتگو کی اور وہاں سے حریملا کا رخ کیا۔ یہ بارہویں صدی کی پانچویں دھائی کا قصہ ہے ـــــــ واللہ اعلم ـــــــ اس لئے کہ ان کے والد ماجد عینیہ کے قاضی تھے اور

ان کے درمیان اور وہاں کے حاکم کے درمیان بعض اختلافات کی بناء پر وہ ۱۱۳۹ ھ میں وہاں سے حریملا منتقل ہوگئے تھے۔ اور شیخ محمد بن عبدلوہاب ۱۱۳۹ ھ میں ان کے حریملا منتقل ہوجانے کے بعد ان کے پاس آئے۔ اس اعتبار سے حریملا میں ان کی آمد ۱۱۴۰ ھ یا اس کے بعد ہوئی۔

ابتداء دعوت اور سازش قتل

شیخ وہاں پر قیام پذیر ہوگئے اور تعلیم و تعلم، دعوت و تبلیغ اور امر بالمعروف و نہی عن المنکر میں مشغول ہوگئے اس کا سلسلہ برابر جاری رہا یہاں تک کہ ۱۱۵۳ ھ میں ان کے والد کی وفات ہوگئی اور اس کے بعد وہاں کے بعض لوگوں کی طرف سے انہیں برے برتاؤ کا سامنا کرنا پڑا، حتی کہ بعض کمینہ طبیعت لوگوں نے ان کے قتل کا ارادہ کرلیا اور کہا جاتا ہے کہ بعض لوگوں نے ان کی دیوار پھاندنے کی کوشش کی لیکن جب لوگوں کو خبر ہوگئی تو فرار ہوگئے۔ نوبت جب یہاں تک پہنچ گئی تو شیخ رحمہ اللہ عینیہ منتقل ہوگئے۔ شیخ سے ان کمینہ طبیعت لوگوں

کی ناراضگی کا سبب یہ تھا کہ وہ امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کے پابند تھے اور حکام کو برابر اس بات پر ابھارتے رہتے تھے کہ عوام کو لوٹنے اور ان پر زیادتی کرنے والے مجرموں کو سزا دی جائے۔ انہیں میں سے یہ کمینہ خو لوگ بھی تھے جو وہاں پر عبید (غلاموں) کے نام سے مشہور تھے۔ جب انہیں معلوم ہوا کہ شیخ ان کے خلاف ہیں اور ان کی حرکتیں شیخ کو پسند نہیں ہیں اور اسی وجہ سے وہ حکام کو انہیں سزا دینے اور ان کے جرائم سے روکنے پر آمادہ کرتے رہتے ہیں تو وہ شیخ سے ناراض ہوگئے اور ان کی جان لینے کا ارادہ کرلیا۔ لیکن اللہ تعالیٰ نے ان کی حفاظت فرمائی اور ان کو بچا لیا۔

عینیہ میں آمد

پھر وہاں سے عینیہ منتقل ہوگئے۔ وہاں کے امیر اس وقت عثمان بن حمد بن معمر تھے۔ شیخ نے ان کے یہاں قیام کیا اور امیر نے انکو خوش آمدید کہا اور ان سے کہا کہ آپ دعوت و تبلیغ میں لگ جائیے ہم آپ کے ساتھ ہیں، اور آپ کی ہر طرح کی مدد کے لئے تیار ہیں۔ غرضیکہ ان کے ساتھ بھلائی، محبت اور دعوت سے مکمل موافقت کا

اظہار کیا اور اس طرح شیخ دعوت و ارشاد اور مرد و عورت پر حلقہ کی ہدایت و رہنمائی میں مصروف ہوگئے۔ عینیہ میں ان کی دعوت مشہور و معروف ہوگئی اور ہر طرف ان کا چرچا ہونے لگا۔ حتی کہ آس پاس کے دیہاتوں کے لوگ بھی آنے لگے۔

ایک دن شیخ نے امیر عثمان سے کہا کہ آؤ ہم زید بن الخطاب کی قبر کا قبہ منہدم کردیں کیونکہ اس کی بنیاد ہدایت پر نہیں اور نہ اللہ عزوجل کو یہ پسند ہے۔ نیز رسول ﷺ نے قبر پر عمارت کھڑی کرنے اور اس پر مسجد بنانے سے منع کیا ہے۔ اس قبہ کی وجہ سے لوگ فتنہ میں مبتلا ہوگئے ہیں۔ ان کے عقیدے بدل گئے ہیں اور شرک پھیل گیا ہے۔ اس لئے اس کا گرادینا واجب ہے۔ جب امیر عثمان نے ان سے اتفاق کیا تو شیخ نے کہا کہ مجھے خطرہ ہے کہ اہل جبیلہ اس سے بھڑک اٹھیں گے۔ جبیلہ قبر کے پاس ایک گاؤں تھا۔ اس لئے امیر عثمان اپنے ساتھ چھ سو سپاہیوں کو لیکر قبہ گرانے کے لئے نکلا اور ان کے ساتھ شیخ بھی تھے۔ جب یہ لوگ قبہ کے قریب پہنچ گئے اور اہل جبیلہ کو اس کی خبر پہنچی تو اس کی حمایت و حفاظت کے لئے نکلے۔ لیکن جب امیر عثمان اور اس کے ساتھیوں کو دیکھا تو اپنے ارادوں سے باز رہے اور واپس

چلے گئے. شیخ نے خود اس کو گرانا شروع کیا اور اللہ عزو جل نے شیخ کے ہاتھوں سے اس کو ختم کردیا.

دعوت سے قبل اہل نجد کی حالت

یہاں پر ہم شیخ کی دعوت سے قبل اہل نجد کی حالت اور ان کی دعوت کے اسباب پر گفتگو کرنا چاہتے ہیں.
شیخ کی دعوت سے قبل اہل نجد کی حالت ایسی تھی جس کو کوئی مسلم پسند نہیں کرسکتا تھا. شرک اکبر ان کے اندر پوری طرح پھیل چکا تھا. یہاں تک کہ قبوں، درختوں، پتھروں اور غاروں، ولدیت کے دعویدار پاگلوں اور مجنونوں کی عبادت کی جاتی تھی. ساحروں اور کاہنوں کا دور دورہ تھا. ہر معاملہ میں ان سے سوال کیا جاتا اور ان کی تصدیق کی جاتی اور اس پر کوئی ٹوکنے والا بھی نہ تھا. اللہ کے لئے کھڑے ہونے والے اور دین کی نصرت کرنے والے تقریباً ناپید تھے. حرمین شریفین کی بھی یہی حالت تھی. یمن کی حالت بھی کچھ اس سے مختلف نہ تھی. شرک، قبروں پر قبوں کی تعمیر، اولیاء سے فریاد و استغاثہ غرضیکہ اس طرح کی یمن میں اتنی چیزیں تھیں کہ ان کا شمار مشکل ہے. قبروں،

غاروں، درختوں اور ایسے مجنونوں و مجذوبوں کی کچھ کمی نہ تھی جس سے
مدد طلب کی جاتی تھی اور اللہ کو چھوڑ کر ان کی عبادت کی جاتی تھی.
جنوں سے فریاد و استغاثہ، ان کے لئے بھینٹ چڑھانا اور ان کی امداد کی
توقع یا ان کے شر سے بچنے کے لئے ذبح شدہ جانوروں کو گھر کے ایک
گوشہ میں چھوڑ دینا، یہ ساری چیزیں نجد ہی کی طرح معروف و مشہور تھیں

اظہار حق

جب امام محمد بن عبدالوہابؒ نے لوگوں پر شرک کا اس قدر غلبہ دیکھا
اور اس پر نکیر کرنے والوں اور اللہ کی طرف دعوت دینے والوں کا
فقدان پایا تو وہ کمر بستہ ہوگئے اور دعوت کا عزم کرلیا. انہیں مکمل یقین
ہوگیا کہ اب جہاد، صبر اور مصائب جھیلنے کے علاوہ کوئی چارہ کار نہیں
ہے، اس لئے عینیہ سے تعلیم و ارشاد اور نصیحت میں مشغول ہوگئے.
علماء سے اس سلسلہ میں خط و کتابت کی اس امید پر کہ دین خداوندی
کی نصرت و تائید اور اس کو شرک و خرافات کی آلائشوں سے پاک
کرنے میں ان کا ساتھ دیں، چنانچہ نجد، حرمین شریفین اور یمن کے
بہت سے علماء نے ان کی دعوت پر لبیک کہا اور ان سے اتفاق کے

خطوط لکھے. بہت سے دوسرے لوگوں نے ان کی مخالفت بھی کی اور ان کی دعوت پر نکتہ چینی کی، ان کی مذمت کی اور دور دور رہے. ایسے لوگ دو ہی طرح کے تھے. یا تو جاہل، خرافات پسند، اللہ کے دین کی حقیقت سے ناواقف اور توحید سے نا آشنا تھے. ان کے علم کی رسائی اس سے آگے نہ تھی کہ اپنے آباء و اجداد سے ورثہ میں ملی ہوئی جہالت و گمراہی، شرک و بدعت اور خرافات میں چمٹے رہیں. جیسا کہ اللہ تعالی نے ان جیسے لوگوں کے بارے میں فرمایا ہے.

إِنَّا وَجَدْنَا آبَاءَنَا عَلَىٰ أُمَّةٍ وَإِنَّا عَلَىٰ آثَارِهِم مُّقْتَدُونَ ۝

ہم نے اپنے آباء و اجداد کو ایک طریقہ پر پایا ہے اور ان کے نقش قدم کی پیروی کررہے ہیں.

یا پھر ایسے معاندین و مکابرین جو کہ علم و فضل کے دعویدار تھے لیکن بغض و حسد کی بناء پر ان کی مخالفت کررہے تھے. تاکہ عوام یہ نہ کہیں کہ عالم ہوکر بھی آپ لوگوں نے آج تک ہم پر نکیر نہیں کی، نہ اس باطل سے منع کیا اور محمد بن عبدالوہاب آئے اور انہوں نے جادہ حق اختیار کیا. بغض و حسد کے جذبات سے مجبور نخوت پسند مولوی عوام سے شرمائے اور عاجل پر یعنی دنیا کو آخرت پر ترجیح دینے کی یہودی

سنت کو اختیار کرلیا مگر حق کا ساتھ نہ دے سکے۔
شیخ صبر اور جد و جہد کے ساتھ دعوت میں لگے رہے۔ عزم صمیم کے ساتھ اللہ سے مدد مانگی اور کتاب اللہ و دیگر مفید کتابوں کے مطالعہ میں منہمک ہوگئے۔ کتاب اللہ کی تفسیر اور اس سے استنباط میں آپ کو ید طولیٰ حاصل تھا۔ ساتھ ہی ساتھ رسول اللہ ﷺ اور صحابہؓ کی سیرت کا نہایت غور و فکر کے ساتھ مطالعہ کرنے لگے۔ یہاں تک کہ علم و بصیرت کا وہ خزانہ مل گیا جس کے ذریعہ اللہ تعالیٰ نے ان کی مدد فرمائی اور ان کو حق پر ثابت قدم رکھا۔ یقین محکم کے ساتھ ہر قیمت اور ہر انجام جھیلنے کا عزم لیکر اس کو عوام میں پھیلانے اور علماء و حکام سے اس سلسلہ میں خط وکتابت کرنے میں مصروف ہوگئے۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ نے ان کی نیک تمناؤں کو پورا کیا اور ان کے ذریعہ دعوت کو عام کیا۔ حق کی تائید کی اور ان کے لئے حامی و معاون مہیا کردیئے یہاں تک کہ اللہ کا دین غالب آیا اور اس کا کلمہ بلند ہوا۔
شیخ عینیہ میں تعلیم وارشاد کے ذریعہ دعوت میں مشغول رہے اور جب دیکھا کہ دعوت کا کماحقہ، اثر نہیں ہوا تو عملی طور پر حتی الامکان شرک کے نشانات کا ازالہ شروع کردیا۔ چنانچہ شیخ نے امیر عثمان بن معمر سے

کہا کہ زید بن الخطابؓ کی قبر کا قبہ گرانا ضروری ہے۔ یہ حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ کے بھائی تھے اور ۱۲ ھ میں مسیلمہ کذاب کے مقابلہ میں جنگ کرتے ہوئے شہید ہوگئے تھے۔ جیسا کہ مورخین کا کہنا ہے۔ بعد میں ان کی قبر پر قبہ بنالیا گیا تھا۔ چنانچہ عثمان نے ان کی تائید کی۔ بحمداللہ۔ قبہ گرادیا گیا اور آج تک کے لئے اس کا نام و نشان ختم ہوگیا۔ وللہ الحمد والمنہ۔

اس لئے کہ وہ اخلاص اور نصرت حق کے نیک ارادہ سے گرایا گیا تھا۔ اس کے علاوہ بھی بہت سی قبریں تھیں۔ ایک قبر تھی جس کے بارے میں کہا جاتا ہے کہ یہ ضرار بن الازور رضی اللہ عنہ کی قبر ہے اس پر بھی ایک قبہ تھا اور اس کو بھی گرادیا گیا۔ اس کے علاوہ بھی بہت سے مزارات تھے جن کو اللہ عزوجل کے حکم سے ختم کردیا گیا۔ بہت سے غار اور درخت تھے جو اللہ کے سوا پوجے جاتے تھے ان کا بھی نام و نشان مٹادیا گیا اور لوگ اس سے بچنے لگے۔

جذبہ ایمان

شیخ قولاً وعملاً اپنی دعوت میں لگے رہے۔ اسی عرصہ میں ان کے پاس ایک عورت آئی اور کئی بار زنا کا اعتراف کیا۔ اس کے ہوش و حواس کے بارے میں دریافت کیا تو معلوم ہوا کہ درست ہیں اور کوئی بات نہیں ہے۔ جب وہ اعتراف پر اڑی رہی اور اپنے اقرار سے باز نہ آئی جبر و اکراہ اور کسی شک و شبہ کا بھی اس نے اظہار نہ کیا تو شیخ رحمہ اللہ نے اس کے رجم کا حکم دیا اور وہ رجم کردی گئی۔ یہ اس وقت کا واقعہ ہے جب کہ وہ عینیہ کے قاضی تھے۔ قبوں کے انہدام، عورت کے رجم اور اللہ کی طرف اس عظیم دعوت نیز عینیہ کی طرف لوگوں کی ہجرت کی وجہ سے آپ کا شہرہ بہت بڑھ گیا۔

عینیہ سے خروج اور درعیہ میں آمد

جب اس صورت حال کی اطلاع احساء اور اس کے مضافات کے حاکم سلیمان بن عریعر الخالدی کو پہنچی تو اس پر شیخ کا یہ معاملہ بڑا گراں گزرا۔ خونریزی لوٹ مار اور آبروریزی تو اہل بادیہ کی عادت ہوتی ہے۔ الا ماشاء اللہ۔

چنانچہ وہ بہت ششں و پنج میں پڑا اور گھبرایا کہ یہ پودا کہیں تناور نہ ہوجائے اور اس بدوی امیر کی حکومت چلی جائے. اس لئے اس نے عثمان کو دھمکی دی اور اسے لکھ بھیجا کہ عینیہ میں تمہارے پاس جو یہ مطوّع (ملا) ہے. اور جس کے بارے میں ایسا ایسا سنا ہے اسے قتل کردو ورنہ تمہارا خراج جو ہمارے پاس ہے اسے بند کردیں گے. امیر عثمان اس سے خراج میں سونا لیا کرتا تھا اس پر یہ بات بہت گراں گزری اور ڈرا کہ اس کی نافرمانی کی جاتی ہے تو اس کا خراج بند کردے گا یا پھر جنگ کرے گا. چنانچہ شیخ نے کہا کہ اس امیر نے میرے پاس ایسا ایسا لکھا ہے اور ہم آپ کو قتل کرنا پسند نہیں کرتے مگر ساتھ ہی ہم اس حاکم سے ڈرتے بھی ہیں اور اس سے جنگ نہیں کرسکتے. اس لئے آپ یہاں سے باہر نکل جائیں. شیخ نے کہا کہ ہماری دعوت اللہ کے دین کی طرف ہے اور کلمہ لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ کی تنفیذ کی دعوت ہے. جو شخص اس دین کو مضبوطی سے تھامے گا اور اس کی نصرت و تائید کرے گا اللہ بھی اس کی مدد فرمائے گا. اور اسے دشمنوں کے ملک کا والی بنائے گا. اس لئے اگر تم صبر کرتے ہو، ثابت قدم رہتے ہو اور دعوت خیر کو قبول کرتے ہو تو سن لو کہ اللہ تعالیٰ

تمہاری مدد کرے گا اور اس بدوی نیز اس کے علاوہ دوسرے لوگوں کے شر سے تم کو بچائے گا. حاکم نے کہا کہ شیخ ہم اس سے جنگ کی طاقت نہیں رکھتے اور اس کی مخالفت نہیں کرسکتے. چنانچہ شیخ وہاں سے نکل پڑے اور درعیہ کا رخ کیا. امیر عثمان نے سفر کا کوئی انتظام نہیں کیا تھا اور مورخین کے بیان کے مطابق شیخ نے عیینیہ سے درعیہ تک کا سفر پیدل کیا. صبح کو وہاں سے نکل کر شام کو درعیہ پہنچے.

امیر درعیہ کی بیعت

شہر کے بالائی حصہ میں ایک صاحب خیر محمد بن سویلم العرینی کے یہاں شیخ نے قیام کیا. بیان کیا جاتا ہے کہ شیخ کے وہاں اترنے سے یہ شخص بہت گھبرایا اور اپنی ساری وسعتوں کے باوجود عرصہ زمین اس پر تنگ ہونے لگا. وہ امیر درعیہ سے بہت ڈرا. لیکن شیخ نے اطمینان دلایا اور کہا کہ خیر کی خوشخبری سن لو. لوگوں میں میری دعوت اللہ کے دین کی طرف ہے اور اللہ عنقریب اس کو غالب کرے گا.

محمد بن مسعود کو جب شیخ محمد کی خبر پہنچی. اور کہا جاتا ہے کہ خبر دینے والی اس کی بیوی تھی اس کے پاس کچھ لوگ آئے اور کہا کہ

امیر محمد کو ان کے بارے میں اطلاع دو اور ان کی دعوت قبول کرنے پر ابھارو اور ان کی نصرت و تائید پر آمادہ کرو. وہ ایک نیک اور اچھی عورت تھی اس لئے جب اس کے پاس امیر درعیہ محمد بن سعود آئے تو ان سے کہا کہ اس عظیم نعمت سے فائدہ اٹھاؤ یہ ایک غنیمت ہے جس کو اللہ تعالیٰ نے تمہارے پاس بھیج دیا ہے. ایک عظیم داعی جو اللہ تعالیٰ کی کتاب اور سنت رسول ﷺ کی طرف دعوت دیتا ہے. کتنی عظیم نعمت ہے جتنی جلدی ہوسکے اس کو قبول کرلو. جلد ان کی مدد کرو اور اس سلسلہ میں قطعاً کوئی تامّل نہ کرو. امیر نے مشورہ قبول کرلیا لیکن پھر متردد ہوئے کہ آیا وہ خود ان کے پاس جائیں یا ان کو اپنے پاس بلائیں. لیکن ان کو مشورہ دیا گیا اور کہا جاتا ہے کہ اسی عورت نے صلحاء کی ایک جماعت کے ساتھ مشورہ دیا اور کہا کہ یہ مناسب نہیں کہ آپ انہیں اپنے پاس بلائیں. بہتر ہے کہ آپ خود ان کے پاس جائیں اور علم اور داعی خیر کی عزت کریں. اللہ نے ان کے لئے سعادت و خیر مقدر کردیا تھا. رحمہ اللہ واکرم مثواہ.

انہوں نے یہ مشورہ بھی قبول کرلیا اور شیخ کے پاس محمد بن سویلم کے مکان پر پہنچے. ان سے بات چیت کی اور کہا کہ اے شیخ محمد تائید و

نصرت اور امن و تعاون کی خوشخبری سن لیجئے. شیخ نے ان سے کہا کہ
آپ بھی نصرت و تائید اور اچھے انجام کی خوشخبری سن لیجئے. یہ اللہ کا
دین ہے اور جو اس کی مدد کرے گا اللہ بھی اس کی مدد کرے گا اور
آپ انشاء اللہ عنقریب ہی اس کے آثار دیکھیں گے. امیر نے کہا کہ
اے شیخ میں آپ سے اللہ اور اس کے رسول کے دین اور اللہ کے
راستہ میں جہاد پر بیعت کروں گا لیکن میں ڈرتا ہوں کہ جب ہم آپ
کی تائید کریں اور اللہ تعالیٰ آپ کو اعداء اسلام پر غلبہ عطا کرے تو
آپ ہمارا علاقہ چھوڑ کر کہیں اور نہ چلے جائیں. شیخ نے فرمایا میں اس
پر بیعت نہیں کرتا بلکہ اس پر بیعت کررہا ہوں کہ :
الدم بالدم والهدم بالهدم (ہمارا خون تمہارا خون اور ہماری تباہی
تمہاری تباہی)
میں تمہارے ملک سے ہرگز نہیں نکلوں گا. پھر نصرت و تائید اور اسی
ملک میں سکونت پر بیعت کی. نیز یہ کہ وہ امیر کے پاس رہیں گے ان
کی مدد کریں گے اور ان کے ساتھ جہاد کریں گے یہاں تک کہ اللہ کا
دین غالب ہوجائے اور اس بات پر بیعت مکمل ہوگئی.

دعوت کا نیا مرکز-- درعیہ

عینیہ، عرقہ، منفوحہ، ریاض اور اس کے علاوہ دوسرے قرب و جوار کے علاقوں سے لوگ درعیہ آنے لگے اور برابر درعیہ دارالہجرت بنا رہا. درعیہ میں شیخ کے قیام، اور آپ کے دروس نیز دعوت و ارشاد کی اطلاع پاکر لوگ جوق در جوق وہاں پہنچنے لگے اور شیخ درعیہ میں عزت و احترام اور محبت کے ساتھ تائید و نصرت کے سایہ میں رہنے لگے. یہیں پر آپ نے عقائد اور قرآن کریم، نیز تفسیر، فقہ، حدیث، اصول حدیث، علوم عربیہ تاریخ اور اس کے علاوہ دیگر علوم نافعہ میں اپنے دروس کی ترتیب دی. لوگ بوڑھے جوان ہر طرف سے آکر ان سے علم حاصل کرنے لگے. اور اس طرح درعیہ میں علم کا چرچا ہوا. دعوت میں لگے رہے اور پھر جہاد شروع کیا اور لوگوں کو اس دعوت میں شرکت اور اپنے اپنے علاقوں سے شرک کا خاتمہ کرنے کا پیغام دیا. اہل نجد سے اس کی ابتداء کی اور وہاں کے امراء و علماء سے خط و کتابت کی. علماء ریاض اور وہاں کے امیر دھام بن دواس کو لکھا. اسی طرح خرج